''سود'' اور اُس کے متعلقہ مباحث

مفتی رفیق احمد بالاکوٹی

شریعت کورٹ کے ارسال کردہ سوالنامے کے جوابات

(دوسری اور آخری قسط)

دسویں اور گیارہویں سوال کا جواب:

ان دونوں سوالوں کے جواب قدرے تفصیل کے متقاضی ہیں۔ اس تفصیل کو منضبط کرنے کے لیے جواب کو عناوین کی صورت میں پیش کیا جاتا ہے۔

اسلامی معیشت کا نفاذ اور بینک کی اسلام کاری، مقصد وہدف

اسلامی معیشت کے نفاذ اور اس مشن کی سب سے اہم مہم یعنی بینک کاری کو اسلامیانے کا مقصد درحقیقت سود پر مبنی حرام معاملات کی بیخ کنی اور سودی معاملات کی وجہ سے پیدا ہونے والی معاشی ناہمواری اور معاشرتی مفاسد کا سد باب ہے۔ ان مفاسد کا کماحقہ تدارک صرف اسی صورت ہوسکتا ہے جب کہ ''بینک ایسے ادارے کی حیثیت میں باقی نہ رہے جس کا کام صرف روپے کا لین دین ہو، اس کے بجائے بینک کو ایک ایسا تجارتی ادارہ بننا پڑے گا جو لوگوں کی بچتوں کو اکٹھا کر کے ان کو براہِ راست کاروبار میں لگائے اور وہ سارے لوگ جن کی بچتیں بینک نامی ادارے نے جمع کی ہیں، براہِ راست اس کاروبار میں حصہ دار بنیں، اور ان کا نفع ونقصان اس کاروبار کے نفع و نقصان سے وابستہ ہو جو ان کے سرمائے سے بالآخر انجام دیا جارہا ہے۔ بینک کو ایک تجارتی ادارہ بنائے بغیر وہ ضرورت پوری ہی نہیں ہوسکتی ہے جس کی وجہ سے متبادل نظام کی تلاش کی جارہی ہے۔''[1] یہ تجارت بطور واقعہ کے ہونا ضروری ہے، صرف زبانی جمع خرچ کی تجارت اس مشن کے ہدف کو حاصل کرنے کے لیے کافی نہیں ہوسکتی۔ اسی غرض سے بینک کاری کو اسلامیانے کی خواہش عرصے سے ملک وملت کے دانشوران ظاہر کرتے رہے ہیں اور ماہرین معاشیات وعلمائے اسلام اس سلسلے میں اپنی سی کوششیں بھی کرتے رہے ہیں۔

اس منشا و مقصد کے تحت جب مروجہ اسلامی بینکوں کی حالیہ صورتحال اور ان کی نگرانی میں ہونے والے معاملات کا تجزیہ کیا جاتا ہے، تو اب تک ہونے والی پیش رفت خاصی تشویشناک نظر آتی ہے۔ ''بجائے اس نہج کی کوششوں کے کہ مسلمان حلال وحرام کی تمیز کرتے ہوئے مغرب کے اس غیر عادلانہ نظام میں جہاں کے قوانین اور اقدار اسلام سے جداگانہ ہی نہیں بالعکس ہیں، مسلمان عبادات کی طرح معاملات کیسے کریں، اور ظاہر ہے کہ اس میں ایسا ہوسکتا ہے کہ ایسی صورتحال میں بعض کام مسلمان اسلام کے مطابق کر پائیں گے اور بعض نہیں کر پائیں گے۔ لہٰذا جو کر پائیں انہیں کرنے کی سعی کی جائے اور جو نہیں کر پائیں انہیں دیکھا جائے کہ کیسے ہم چھوڑ سکتے ہیں، خواہ ہم کو کتنا ہی نقصان ہو اور کون سی چیز ہماری حیات کے لیے مجبوری اور ضرورت ہوگئی ہے، لہٰذا صرف اس حد تک اجازت یا متبادل طریقے دکھلائے جائیں۔ غرض ان سب کی بجائے کوشش کی نہج یہ ہے کہ مغرب اور اس کے نظام کے سارے آلہ جات، مثلاً: انویسٹمنٹ بینکنگ (Investment Banking)، ویلفیئر (Welfare) انڈسٹرلائیزیشن (Industrialization) وغیرہ، وغیرہ کو مغرب پر قیاس کر کے اُسے اسلام کے چوکھٹے میں فٹ کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔''(۲)

اس کی مزید تفصیل سے پہلے ایک تمہید پیش کی جاتی ہے:

تمہید:

شریعت اسلام کی تعلیمات کے مطابق تمویل یعنی سرمائے کی فراہمی کے بے غبار اور متفقہ طریقے تین ہیں:

۱:......شرکت ۲:......مضاربت ۳:......قرضِ حسن

مرابحہ، اجارہ، استصناع اور سلم یہ تمام معاملات اپنی اصل کے اعتبار سے تمویلی نہیں، بلکہ تجارتی ہیں، یعنی ان معاملات کا مقصد محض سرمائے کی فراہمی نہیں ہوتا، بلکہ ان تمام معاملات میں معاملہ کنندگان کا مقصد کسی اثاثے سے (خرید وفروخت یا کرایہ داری کی صورت میں) متعلق ہوتا ہے(۳)۔ اگر ان معاملات کو برائے تمویل استعمال کیا جائے تو ظاہر ہے کہ یہ ان معاملات کی اصل وضع کے خلاف ہے، لیکن اگر ان معاملات کی مقررہ تمام شرائط کا پورا لحاظ کیا جائے تو ان معاملات کو ناجائز کہنے کی بھی کوئی وجہ نہیں ہوگی، تاہم یہ کہنا بھی بجا ہوگا کہ ان معاملات کو مطلوبہ شرائط کے ساتھ بینکوں میں تمویلی مقاصد کے طور پر استعمال کرنا محض حیلہ کہلائے گا، اس لیے کہ ''حیلہ عام طور سے وہ ہوتا ہے جہاں اصل مقصود تو کچھ اور ہو اور محض خانہ پری کے لیے کوئی دوسرا معاملہ کرلیا گیا ہو''۔(۴)

مرابحہ، اجارہ، استصناع اور سلم کے عام معاملات جو ہمارے بازاروں میں رائج ہیں، ایک شخص کوئی سامان باقاعدہ اپنے ضمان اور رسک پر حاصل کرتا ہے اور ایک مدت معینہ کے ادھار

پر نفع لگا کر بیچتا ہے، یہ مرابحہ کسی طرح حیلہ نہیں، یہ باقاعدہ خرید وفروخت کا معاملہ ہے۔ اسی طرح ایک شخص اپنی ملکیت میں موجود سامان کسی دوسرے شخص کو متعین مدت کے لیے متعین کرائے پر دیتا ہے، یہ اجارہ بھی کسی طرح حیلہ نہیں، یہ باقاعدہ ایک معاملہ ہے، جس میں پہلا شخص اپنے سامان کا رسک برداشت کرنے کی وجہ سے اس پر نفع اٹھانے کا بجا طور پر مستحق ہوتا ہے، اور دوسرا شخص اس اثاثے سے ایک مدتِ متعین تک نفع اٹھانے کا مجاز ٹھہرتا ہے، اور پھر عام طور پر مدتِ متعین تک نفع اٹھا کر وہ اثاثہ واپس کر دیتا ہے۔ ایک شخص جوتوں کے کارخانے کا مالک ہے، کوئی شخص اس کے پاس آکر ایک خاص مقدار میں جوتے بنوانے کا آرڈر دیتا ہے، قیمت طے ہوتی ہے، اور بوقت ادائیگی سامان و قیمت ادا کر دی جاتی ہے، یہ استصناع ہے، یہ بھی ایک تجارتی معاملہ ہے، ہرگز حیلہ نہیں۔ ایک شخص مثلاً زمیندار کے پاس آکر اس سے یوں معاملہ کرلیتا ہے کہ ایک متعین مقدار میں تم مجھے پانچ مہینے بعد گندم فراہم کردینا جس کی قیمت میں آج تمہیں دے دیتا ہوں، اور زمیندار اس معاملے کی حامی بھر لیتا ہے، یہ سلم ہے اور اس کو حیلہ ہرگز شمار نہیں کیا جاسکتا۔ اس توضیح کے مطابق یہ تمام معاملات ہمیشہ سے جائز تھے اور ہمیشہ کے لیے جائز کہلاتے ہیں۔ یہ معاملات اپنی اصل وضع اور مقصد میں کسی عبوری دور یا مخصوص مدت تک محدود و مقید نہیں رہے۔

تفصیل:

اس تمہید کے بعد تفصیل اس قضیے کی یہ ہے کہ اس وقت مروجہ اسلامی بینکوں میں ہونے والے معاملات کا بہت بڑا حجم تین ہی معاملات میں منحصر ہے:

۱:......مرابحہ ۲:......اجارہ منتہیہ بالتملیک ۳:......شرکت متناقصہ

ان میں سے مرابحہ تو قدیم وجدید فقہ کی کتب میں ایک معروف سودے کا نام ہے، جس کی کچھ تفصیل اوپر بھی گزری، جب کہ بقیہ دونوں معاملات میں سے اجارہ اور شرکت کی تفصیلات تو فقہی ذخیرے میں موجود ہیں، لیکن ان دونوں معاملات کے ساتھ پائی جانے والی صفات (منتہیہ بالتملیک، اور متناقصہ جن کی وجہ سے یہ دونوں معاملات صرف اجارہ اور صرف شرکت سے بالکل ممتاز ہو جاتے ہیں) کی تفصیلات قدیم فقہی ذخیرے میں نہیں ملتی ہیں۔ کیا یہ تین معاملات اپنی موجودہ صورت حال میں بینک کاری کے اسلامیانے کے مقاصد پورے کررہے ہیں؟ کیا صرف ان تین معاملات کے بعد واقعی بینک ایک تجارتی ادارہ بن گیا ہے؟ کیا مروجہ اسلامی بینکوں نے اپنے قدیم زری لین دین میں واسطے کی حیثیت واقعی ختم کر کے براہِ راست تجارت میں حصہ لینا شروع کر دیا ہے؟ مروجہ اسلامی بینکوں کے اسلامی ہونے یا نہ ہونے کا مدار ان سوالوں کے درست جوابات پر ہے، ہم اگلی سطور میں مرابحہ، اجارہ اور شرکت متناقصہ پر اپنی فقہی تجویز پیش کرتے ہیں۔

مرابحہ:

جو مرابحہ شرعی وفقہی اصطلاح میں ایک تجارتی معاملہ ہے، مروجہ اسلامی بینکوں میں پائے جانے والے مرابحہ کی نوعیت اس سے یکسر مختلف ہوتی ہے۔ بینک کا اپنا کوئی سامان ہے، نہ اپنا کوئی گودام، بینک کے پاس اگر کچھ ہے تو وہ ''زر'' ہے۔ جب کسٹمر کے علم میں ہے کہ بینک اس کے مطلوبہ مال کا فی الواقع بیوپاری نہیں ہے، نہ ہی اس کے پاس ایسے ماہرین ہیں جو مطلوبہ سامان بینک کے لیے خرید سکیں، پھر وہ بینک کے پاس آتا ہے تو ظاہری بات ہے کہ وہ بینک سے اپنا مطلوبہ سامان خریدنے نہیں آیا، بلکہ وہ زر کے حصول کا خواہشمند ہے۔ اسی طرح بینک جو مرابحہ کا معاملہ کرنا چاہتا ہے، واقعہ یہ ہے کہ اس کی اپنی ملکیت میں مطلوبہ نوعیت کا کوئی اثاثہ نہیں، نہ وہ اس اثاثے کا بیوپاری ہے تو ظاہر ہے کہ بینک کا مقصد بھی صرف نفع پر سرمایہ فراہم کرنا ہے۔ چونکہ نفع پر سرمایہ فراہم کرنا سودی قرضے ہی کی صورت میں ممکن ہوسکتا ہے، اس لیے سودی قرضے کے ظاہری لیبل سے بچنے کے لیے اور اس تمویل کو تجارتی شکل میں ڈھالنے کے لیے مرابحہ کا معاملہ کرلیا جاتا ہے۔

مروجہ بینکوں میں سودی قرضہ کی جگہ مرابحہ کے نام سے کیا جانے معاملہ چونکہ فی الواقعہ وہ فقہی وشرعی مرابحہ نہیں ہے جس کا جواز بالکل بے غبار ہے، بلکہ مروجہ بینکوں میں مرابحہ کے نام پر ہونے والا معاملہ شرعی مرابحہ سے میل نہیں کھاتا، اسی لیے بینکوں میں رائج مرابحہ کے بارے میں اہل علم فرماتے ہیں کہ یہ نام نہاد مرابحہ ایک ایسا ناپسندیدہ، ناگوار، بلکہ باعتبارِ مقصد وانجام کے خطرناک معاملہ ہے، اس کے تجویز کنندگان اور مجوزین میں سے خدا ترس اہل علم نے اُسے سود کا حیلہ، اہون سود، خطرناک حیلہ، سودخور ذہنیت کی تقویت کا ذریعہ اور مروجہ سودی نظام کو بقاودوام بخشنے کا وسیلہ اور سود کا چور دروازے سے داخل کرنے کا محض ایک بہانہ قرار دیا ہے۔ (۵)

اجارہ:

یہی حال اجارہ کا ہے، کسٹمر بینک کے پاس مثلاً گاڑی خریدنے ہی کے ارادے سے جاتا ہے، کرائے پر گاڑی کا حصول کسی کسٹمر کا مقصد نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہوتی ہے کہ بینک سے اجارہ پر لی گئی گاڑی کا کرایہ عام کرائے پر لی جانے والی گاڑی کے کرائے سے زیادہ ہوتا ہے، اس لیے کہ بینک کے اجارے میں ادا کیا جانے والا کرایہ، صرف نام کا کرایہ ہوتا ہے، حقیقت میں وہ گاڑی کی قیمت ہوتی ہے۔ اور یہ بات بھی طے ہوتی ہے کہ یہ گاڑی اجارے کی مدت ختم ہوتے ہی کسٹمر کی ہوجائے گی، چاہے اس کے لیے ہبہ کا طریقہ معہود فی الذہن (ذہن ونیت میں موجود) ہو یا معمولی قیمت پر فروخت کا، دونوں صورتوں میں اتنی بات طے ہوتی ہے کہ یہ گاڑی مستأجر (Customer) ہی کی ہوجائے گی۔ یہی وجہ ہے کہ اس اجارہ کا نام صرف ''اجارہ'' نہیں، بلکہ ''اجارہ منتہیہ بالتملیک''

ہے۔ یہاں بھی واضح ہے کہ بینک وہی چیز فراہم کرتا ہے جو اس کے پاس ہے، یعنی ''زر''، البتہ صرف سرمائے کی فراہمی پر نفع سود ہے، اس لیے اس تمویل کو تجارتی شکل میں ڈھالنے کے لیے تمام خطوط رروایتی بینکوں کے لیزنگ کے طریقۂ کار سے لے کر اس کو ''اجارہ منتہیہ بالتملیک'' کے نام سے ڈھال دیا گیا ہے۔ (۶)

شرکتِ متناقصہ:

یہاں معاملہ کچھ اور بھی پیچیدہ ہوتا ہے، یہ طریقہ کار عام طور پر مکانات کی خریداری میں اختیار کیا جاتا ہے۔ ''اس میں بینک اور اس کا گاہک مل کر کوئی مکان خریدتے ہیں، مثلاً قیمت کا اَسی فی صد (۸۰٪) حصہ بینک دے کر مکان کے اَسی فی صد حصے کا مالک بن جاتا ہے، اور بیس فیصد (۲۰٪) رقم گاہک دیتا اور بیس فیصد حصے کا مالک بن جاتا ہے۔ اس کے بعد بینک اپنا اسی فیصد حصہ گاہک کو کرائے پر دیتا ہے، اور پھر وہ وقفے وقفے سے بینک کی ملکیت والے حصے اس سے خریدتا رہتا ہے، اور جس نسبت سے اس کی ملکیت بڑھتی ہے، اسی نسبت سے باقی ماندہ بینک کا حصہ اور اس کا کرایہ کم ہوتا چلا جاتا ہے۔''(۷)

غور کیجیے: عام طور پر شرکت میں خریدا جانے والا کوئی بھی اثاثہ ایسا ہوتا ہے جس کی شرکاء کو ضرورت ہوتی ہے اور اس اثاثہ سے ان کی کوئی غرض وابستہ ہوتی ہے، چاہے یہ شرکت تجارتی مقصد سے خریدے جانے والے اثاثے میں ہو یا خود استعمال کی غرض سے خریدے جانے والے اثاثے میں ہو۔ یہاں حقیقی طور پر بینک کا اپنا کوئی مفاد اس شرکت کے ساتھ خریدے جانے والے مکان سے وابستہ نہیں، نہ استعمال کا، نہ تجارت کا۔ کسٹمر کو ایک مکان چاہیے تھا، جس کی قیمت اس کے پاس نہیں تھی، اس نے درحقیقت اس کی قیمت کے حصول لیے بینک سے رابطہ کیا، اصل مقصد روایتی اور اسلامی بینک کا یہاں بھی یہی ہے کہ جو ''زر'' اس کے پاس ہے، وہ کسٹمر کو فراہم کر کے کسٹمر کی ضرورت پوری کرے۔ روایتی بینک عام طور پر ایسے کسٹمر کو اپنے عام طریقۂ کار کے مطابق سودی قرضہ دے کر فارغ ہو جاتے ہیں۔ اسلامی بینک اپنے ظاہری لیبل کی وجہ سے نہ تو براہِ راست قرضہ سود پر دے سکتا ہے، نہ اپنا سرمایہ بغیر نفع کے کسی کو دیتا ہے، اس لیے اس کے لیے یہ پیچیدہ صورت تجویز کی گئی ہے، تاکہ کسٹمر کی طلب بھی پوری ہو جائے اور بینک کو بھی اپنے روایتی طریقے کار میں کسی طرح کوئی قابلِ ذکر تبدیلی کی ضرورت نہ پڑے۔

حاصل یہ کہ جب یہ تینوں معاملات حقیقت میں اصطلاحی مرابحہ، اجارہ (۸) اور شرکت کے معاملات پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ ان تمام میں بینک کا مقصود تمویل ہے، محض خانہ پری کے لیے ان تمام معاملات کو برتا گیا ہے تو ان معاملات کو حیلہ نہ کہنے کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس لیے کہ اوپر بتایا جا چکا ہے کہ ''حیلہ عام طور سے وہ ہوتا ہے جہاں اصل مقصود تو کچھ اور ہو اور محض خانہ پری کے لیے کوئی دوسرا معاملہ کر لیا گیا ہو''۔ (۹)

نیز یہ معاملات مروجہ بینک کاری معاملات میں اس قدر حاوی ہیں کہ ان کے بالمقابل جو معیشتِ اسلامی کے نفاذ کے لیے آئیڈیل تمویلی طریقے شرکت ومضاربت ہیں، یہ معاملات ان کی راہ میں ایک رکاوٹ سی بن گئے ہیں، اور مروجہ اسلامی بینک ان معاملات کے کم خطر یا تقریباً بے خطر ہونے کی وجہ سے ان معاملات ہی پر قناعت کر چکے ہیں۔ لہٰذا بجا طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ مروجہ بینک کاری صحیح خطوط پر استوار نہیں ہے، سرمائے کا نامبارک ارتکاز اس بینک کاری کے ذریعے کسی صورت ختم نہیں کیا جاسکتا اور نہ ہی معاشی ناانصافی کے خاتمے کے لیے مروجہ اسلامی بینک کاری کوئی مؤثر کردار ادا کرسکتی ہے اور نہ ہی ایک واقعی تجارتی ادارہ کہلائی جاسکتی ہے، بلکہ شرکت ومضاربت جیسے معاملات کی راہ میں رکاوٹ بننے کی وجہ سے ان حیلوں کی نفس مشروعیت پر بھی سوالیہ نشان اٹھایا جاسکتا ہے، اس لیے کہ حیلہ کی مشروعیت کے لیے ضروری ہے کہ وہ شرعی مصالح سے متصادم نہ ہو، جہاں حیلہ شرعی مصالح سے متصادم ہو، وہ حیلہ اپنی شرائط کو پورا کرنے کے باوجود مشروع نہیں رہتا۔ (۱۰)

اگر مروجہ غیر سودی بینکوں میں اختیار کردہ مرابحہ، اجارہ اور شرکت متناقصہ ہے، مقصد اور صورت کے اعتبار سے محض حیلے قرار پائیں تو ہمیں سوچنا چاہیے کہ اس طرح کے حیلوں بہانوں کے سہارے اگر سود بیع میں بدل سکتا ہے اور سودی بینکوں کی اسلام کاری ہوسکتی ہے، تو پھر ہمیں شریعت موسوی کے علماء یہود کو حیلہ سازی اور حیلہ فراہمی پر مطعون نہیں کرنا چاہیے، یا پھر آپ ﷺ کی طرف منسوب ارشاد گرامی کو اپنا نصب العین بنانا چاہیے کہ: وہ کام نہ کرو جو یہود کیا کرتے تھے کہ تم (بھی) اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو ادنیٰ حیلوں سے حلال قرار دینے لگو۔ (۱۱)

مزید براں واقعہ یہ ہے کہ آج کل ہونے والے مرابحہ واجارہ معاملات میں تجربہ کرنے والوں نے بینک کاری عملے کی طرف سے کئی قسم کی غفلتیں محسوس کی ہیں، جو ان معاملات کو ویسے ہی سودی معاملہ بنا دیتی ہیں۔ ان تمام خطرات ہی کے پیش نظر اہل علم وافتا کی ایک بہت بڑی تعداد بھی مروجہ اسلامی بینک کاری سے مطمئن نہیں ہے۔ بلکہ اُسے روایتی سودی معاملات سے زیادہ خطرناک قرار دیا گیا ہے، کیوں کہ سودی معاملہ سود کے نام ہی سے طے پانا کم تر جرم ہے، جب کہ سودی معاملہ اسلام کے نام پر انجام دیا جانا بدترین جرم ہے۔ (۱۲)

بارہویں سوال کا جواب:

بل ڈسکاؤنٹنگ کے لیے مروجہ اسلامی بینکوں کے لیے چار مجوزہ طریقے استعمال کیے جارہے ہیں:

۱:......سلم (۱۳) ۲:......مرابحہ (۱۴) ۳:......مضاربہ (۱۵)

۴:......قرض حسن مع الوکالۃ بالأجرۃ۔ (۱۶)

مخصوص صورتوں کے علاوہ عموماً چوتھے طریقہ کار ہی کو متبادل کے طور پر پیش کیا گیا ہے۔

اس طریقہ کار کی تفصیل یہ ہے کہ ”پہلے بینک بل ڈسکاؤنٹنگ کے خواہشمند کو قرض حسن دے، اور اس کے بعد ایک بالکل علیحدہ معاملے کے ساتھ اس کے بل ڈسکاؤنٹنگ کے ذریعے آنے والے پیسوں کا وکیل بن جائے اور اس وکالت پر حقیقی اجرت وصول کر لے، اس وصول شدہ پیسوں کے ذریعے بینک اپنا دیا ہوا قرضہ وصول کر لے گا۔“[۱۷] یہ طریقہ کار بھی شریعت کی رو سے درست نہیں، اس لیے کہ یہاں بینک قرضہ جاری کر کے اس قرضے کے ساتھ ہی مقروض سے وکالت بالاجرت کا معاملہ بھی کرتا ہے اور وکالت بالاجرت کا یہ معاملہ قرض کے ساتھ منسلک ہے، گو کہ بظاہر کاغذات کی حد تک اس کے لیے علیحدہ معاملہ کیا جا رہا ہے، لیکن یہ معاملہ پچھلے قرض ہی سے مربوط ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اگر یہ شخص بل آف ایکسچینج دیے بغیر صرف قرض حسن کا مطالبہ کرے تو بینک اس کو قبول نہیں کرے گا۔ چونکہ معاملات کی ماہیت کی تعیین کے لیے الفاظ کی بجائے مقاصد بنیادی اہمیت رکھتے ہیں،[۱۸] اس لیے مقاصد کے پیش نظر یہ قرض مشروط مع الوکالۃ بالأجرۃ ہوا اور وہ قرض جس کے ذریعے کوئی نفع اٹھایا جائے، وہ نفع سود ہوتا ہے۔[۱۹]

تیرھویں سوال کا جواب:

رواں کھاتوں کی نوعیت کی تعیین اور فقہی تخریج کے حوالے سے قرض، امانت اور امانت کی ایک خاص قسم ہونے، تین طرح کی آرا سامنے آئی ہیں۔[۲۰] لیکن ان کھاتوں کے قرض ہونے کی رائے ہی مختار ہے۔[۲۱] اور مسلمہ قاعدے کی رو سے قرض پر کسی قسم کا نفع اٹھانا سود ہے۔ لہٰذا شریعت کی رو سے رواں کھاتوں پر دی جانے والی مفت اضافی سہولیات قرض پر مزید نفع کے زمرے میں شامل ہو کر سود شمار ہوں گی۔[۲۲]

چودھویں سوال کا جواب:

سابقہ بیرونی قرضہ جات کی ادائیگی کے لیے بوقتِ ضرورتِ شدیدہ اثاثوں سے متعلق قرضہ جات کو اجارہ کے ذریعے اور پروجیکٹس سے متعلق قرضہ جات کو استصناع کے ذریعے تبدیل کیا جا سکتا ہے۔ بیرونی قرضہ جات کے خطرناک نتائج جن کو آج پاکستان سمیت تیسری دنیا کے ممالک برداشت کر رہے ہیں، ان کے لیے ماہرین معاشیات کی کئی چشم کشا تحریرات منظر عام پر موجود ہیں۔[۲۳] اسی طرح ان قرضہ جات کے لیے اجارۃ و استصناع کے استعمال کا مذکورہ حل بھی عرصہ پہلے پیش کیا جا چکا ہے، اور غیر ملکی قرضہ جات سے جلد جلد از سبکدوشی کے عدالتی احکامات تک جاری ہو چکے ہیں۔[۲۴] ضرورت صرف عمل کی ہے، عملی اقدامات کیے بغیر، کاغذ کے پارچوں پر محفوظ فلسفوں اور نظریات سے نہ پہلے کبھی کسی نظام میں تبدیلی آئی ہے، اور نہ ہی آئندہ کبھی آ سکتی ہے۔ فقط واللہ أعلم بالصواب

حوالہ جات

۱:......عثمانی، مفتی محمد تقی، اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ص:۱۳۳-۱۳۴، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی۔

۲:......اسرار عالم، اسلامی بینکنگ کی تشکیل کے سلسلے میں چند معروضات، مقالہ مشمولہ جدید فقہی مباحث، ۳/۵۵۸، ط: ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیۃ۔

۳:......مرابحہ کی تعریف وتفصیل کے لیے دیکھیے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ، الکویت، ۳۶/ ۳۱۸۔

اجارہ کی تعریف وتفصیل کے لیے دیکھیے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ، الکویت، ۱/۲۵۲۔

سلم کی تعریف وتفصیل کے لیے دیکھیے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ، الکویت، ۲۵/۱۹۱۔

استصناع کی تعریف وتفصیل کے لیے دیکھیے: الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ، الکویت، ۳/ ۳۲۵۔

۴:......عثمانی، مفتی محمد تقی، غیر سودی بینکاری، ص:۷۷، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

۵:......عثمانی، محمد تقی، انٹرویو، شائع شدہ ماہنامہ ندائے شاہی مرادآباد، فروری ۲۰۰۴ء، بحوالہ مروجہ اسلامی بینک کاری، ص:۵۴۔ غازی، محمود احمد، اسلامی بینک کاری، مجموعہ خطبات، ص:۵۷، ط: زوار اکیڈمی کراچی۔

۶:......تفصیل کے لیے ملاحظہ کیجیے: مروجہ اسلامی بینک کاری، ص:۲۲۱، ۲۲۸، ۲۳۳۔

۷:......عثمانی، مفتی محمد تقی، غیر سودی بینک کاری، ص:۲۷۵، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

۸:......اس مرابحہ اور اجارہ کا حیلہ ہونا اس بات سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ان دونوں صورتوں میں ہونے والی یہ تمویل خصوصی شرائط کے ساتھ انتہائی احتیاط کی متقاضی ہوتی ہے، اور ان شرائط میں غفلت سے یہ معاملات سودی بن جاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو: سود پر تاریخی فیصلہ، ص:۱۷۱، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی، نیز: اسلام اور جدید معیشت وتجارت، ص:۱۳۹، ۱۴۰، ط: مکتبہ دار العلوم کراچی، مؤلفہ: مفتی محمد تقی عثمانی۔ جب کہ مرابحہ اور اجارہ اپنے روایتی تصور میں ایسی نازک شرائط کا تقاضہ نہیں کرتے۔

۹:......عثمانی، مفتی محمد تقی، غیر سودی بینک کاری، ص:۷۷، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

۱۰:......الموسوعۃ الفقہیۃ الکویتیۃ، وزارۃ الشؤون الاسلامیۃ، الکویت، ۱۸/ ۳۳۰، زیر مادہ: حیلہ۔

۱۱:......ابن کثیر، ابوالفداء اسماعیل بن عمر القرشی، تفسیر القرآن العظیم، ۱/۳۹۲، ط: دار طیبہ للنشر والتوزیع۔

۱۲:......ملاحظہ ہو: مروجہ اسلامی بینک کاری، ص:۳۹۔

۱۳:...... Faqs Published By Islamic Banking Department State Bank Of Pakistan Imran Ahmed Ghulam Shabbir , P:34

۱۴:...... Exploring Islamic Banking Solution For SME,S Ahmed Ali Siddiqui Muhammad, Muhammad Suleman Ali. IFNewsletter VOL:1 P:79

۱۵:......منشی، ڈاکٹر کے جی، ہندوستان کے سیاق وسباق میں اسلامی بینکنگ کے عملی پہلو، مقالہ مشمولہ جدید فقہی مباحث، ۳/۵۱۰، ط: ادارۃ القرآن۔

۱۶:...... IFP.newsletter.vol:1,issue 4 Oct2010 P:5۔

۱۷:...... IFP.newsletter.vol:1,issue 4 Oct2010 P:5۔

Dr.Usmani Imran Ashraf Meezan Bank Guides to Islamic Banking Darul Ishat Karachi P: 198

۱۸:......مجلۃ الأحکام العدلیۃ، ۱/۱۶، مادہ:۳، ط: کارخانہ تجارت کتب۔

۱۹:......الطحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک، شرح معانی الآثار، ط: عالم الکتب ۱۹۹۴ء، باب رکوب الرھن واستعمالہ وشرب لبنہ، ۴/۹۹۔

۲۰:......الشنقیطی، محمد مصطفیٰ أبوہ، دراسۃ شرعیۃ لأھم العقود المالیۃ المستحدثۃ، ۱/۲۷۲، ط: مکتبۃ العلوم والحکم۔

۲۱:......مفتی رضاء الحق، فتاویٰ دار العلوم زکریا، اسلامی بینک کا طریقہ کار، ۵/ ۲۶۷، ط: زمزم پبلشرز۔

۲۲:......الطحاوی، ابوجعفر احمد بن محمد بن سلامۃ بن عبدالملک، شرح معانی الآثار، ط: عالم الکتب ۱۹۹۴ء، باب رکوب الرھن واستعمالہ وشرب لبنہ، ۴/۹۹۔

۲۳:......ملاحظہ ہو: سود پر تاریخی فیصلہ ص:۱۸۴، ط: مکتبہ معارف القرآن کراچی۔

۲۴:......حوالہ بالا، ص:۲۵۶۔